سیستان کا مشہور قصیدہ گو شاعر

"فرخی سیستانی"

از جناب ڈاکٹر سید غیب حسین صاحب ایم اے (عربی) ڈی فل (فارسی) الہ آباد یونیورسٹی

ابوالحسن علی بن جولوغ متخلص بہ فرخی سیستان کا رہنے والا تھا جیسا کہ وہ اس شعر میں خود کہتا ہے :۔

من قیاس از سیستان دارم کہ او شہر من است — وز پے خویشاں زشہر خویشتن دارم خبر

ابوالمظفر چغانی[1] کے انعامات اور بخششوں کا شہرہ سن کر سیستان سے دربار شاہی کا رخ کیا۔ ایک قافلہ حلۂ شاہی اور لباس لے رہا تھا اسی کے ساتھ ہولیا اور وہ مشہور قصیدہ کہا جس کا عنوان "کاروان حلّہ" ہے دربار میں پہونچکر وہی مدحیہ قصیدہ سنایا جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

"کاروانِ حُلّہ"

باکاروانِ حُلّہ برفتم ز سیستان — با حُلّۂ تنیدہ ز دل بافتہ ز جاں[2]

با حُلّۂ بریشم ترکیب او سخن — با حُلّۂ نگارگر نقش او زباں[3]

ہر تار او برنج برآوردہ از ضمیر — ہر پود او بجہد جدا کردہ از رواں[4]

از ہر صنائع کہ بخواہی برو اثر — وز ہر بدائع کہ بجوئی برو نشاں[5]

---

[1] چغانیاں ایک ولایت ہے ماوراء النہر میں۔ یہ ولایت ابوالمظفر آل محتاج یا ملوک چغانیاں کے زیر حکومت تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں اس خاندان نے اس ولایت پر حکومت کی ہے۔

[2] میں حلّہ ہائے شاہی کے قافلہ کے ہمراہ سیستان سے چلا اور میرے ساتھ بھی ایک ایسا حلّہ تھا جسے میں نے دل سے تنا اور جان سے بُنا تھا۔

[3] یہ بھی ایک ریشمی حلّہ تھا جو شعر سے مرکب تھا یہ ایسا حلّہ تھا جس کے نقوش زبان نے تیار کئے تھے۔

[4] اس کا ہر تار بڑی محنت سے دل سے تانا گیا تھا اور اس کا ہر بانا بڑی مشکل سے جان سے الگ کیا گیا تھا۔

[5] پھر اس میں ہر صناعی جو تم دیکھنا چاہو موجود تھیں اور ہر ندرت جو تم اس میں تلاش کرنا چاہو اس میں ملتی تھیں۔

نے حلہ کز آب مرادرا رسد گزند — نے حلہ کز آتش او را بود زیاں [۵۶]

نے رنگ او تباہ کند تربتِ زمین — نے نقش او فرو ستَرد گردشِ زماں [۵۷]

ایں حلہ نیست بافتہ از جنسِ حلہ ہا — ایں را تو از قیاس دگر حلہ ہا مداں [۵۸]

ایں را زیاں نہاد و خرد رشت و عقل بافت — نقاش بود دست و ضمیر اندراں میاں [۵۹]

تا نقش کرد و بر سرِ ہر نقش بر نوشت — مدح ابوالمظفر شاہ چغانیاں [۶۰]

غرض جب دربار میں پہونچا تو معلوم ہوا کہ امیر داغگاہ گیا ہوا ہے۔ فرخی نے یہ قصیدہ شاہ ابوالمظفر کے مختارِ کل خواجہ عمید اسعد کو پڑھ کر سنایا۔ اس کو ایسا عمدہ اور رواں قصیدہ ایک کسان دیہاتی کی زبان سے سُن کر بہت تعجب ہوا تو اُس نے امتحان کے لئے فرخی سے داغگاہ محل کے کچھ حالات داوصاف بتا کر کہا کہ اچھا کچھ اشعار داغگاہ کی تعریف میں بھی کہہ لو تب میں تمہیں امیر کے سامنے لے چلوں گا۔ فرخی نے اسی دن رات کو عمید کو قصیدہ داغگاہ بھی کہہ کر لا سُنایا جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔ سہ

"داغگاہ"

تا پرند نیلگوں بر روی پوشد مرغزار — پرنیانِ ہفت رنگ اندر سر آرد کوہسار

خاک را چوں نافِ آہو مشک باشد بیقیاس — بید را چوں پرِّ طوطی برگ روید بیشمار

راست پنداری کہ خلعتہائے رنگیں یافتند — باغہائے پر نگار از داغ گاہِ شہریار

دوش وقت نیمہ شب بوئے بہار آورد باد — حبّذا بادِ شمال و خُرّما بوئے بہار

داغگاہ شہریار اکنوں چناں خرم بود — کاندر او از نیکوئے خیرہ بماند روزگار

سبزہ اندر سبزہ بینی چوں سپہر اندر سپہر — خیمہ اندر خیمہ بینی چوں حصار اندر حصار

---

۵۶ یہ ایسا حلہ نہ تھا کہ اُسے پانی خراب کر دے نہ ایسا تھا کہ اُسے آگ نقصان پہنچا سکے۔

۵۷ نہ اُس کے رنگ کو زمین کی مٹی برباد کر سکے اور نہ اُس کے نقوش زمانہ کی گردش مٹا سکے (نقلی موسنڈ سکے)

۵۸ یہ حلہ اس جنس سے نہ بُنا ہوا تھا جس سے دوسرے حلے بُنے جاتے ہیں۔ تم اُسے دوسرے ملبوسی حلّوں پر قیاس مت کرو

۵۹ بلکہ اس حلّہ کی زبان نے بنیاد ڈالی، عقل نے اُسے کاتا اور سمجھ نے اُسے بُنا اور اُس کے بیچ بیچ میں ہاتھ اور دل نقاشی کر رہے تھے۔

۶۰ یہاں تک کہ اس حلّہ کو نقشین بنا دیا اور اس کے ہر نقش پر چغانیوں کے بادشاہ ابوالمظفر کی تعریف لکھ دی۔

بر در پردہ سرائے خسرو پیروز بخت　　از پے داغ آتش افروختہ خورشید دو

دوسرے دن فرخی نے یہ دونوں قصیدے امیر کے سامنے سُنائے۔ امیر شعر فہم، سخن شناس تھا فرخی کی بہت تعریف کی اور اُس نے شاعر کو نوازا اور کافی صلہ اور انعام سے سرفراز کیا۔

اس کے بعد فرخی نے دربار سلطان محمود کا رُخ کیا۔ یہاں بھی محمود نے اس کی بڑی عزت افزائی کی اور اس کو جلد ہی دربار میں ایک اونچا مقام مل گیا اور کافی مال و دولت حاصل کر لی جیسا کہ وہ خود ایک قصیدہ میں کہتا ہے ؎

با ضعیف آیا دم و با خانہ آباد　　با نعمت بسیارم و با آلت بسیار

ہم یار مہ اسپم و ہم باگلہ میش　　ہم صنم چینیم و ہم بابت فرخار

ساز سفر ہست و نوائے حضرم ہست　　اسپان سبکسار و ستوران گرانبار

از ساز مرا خیمہ چو کاشانہ فانی　　وز فرش مرا خانہ چو بیت خانۂ فرخار

فرخی نے اپنے قصائد کا بڑا حصہ دربار غزنہ کی مدح میں لکھا ہے اُس نے سلطان محمود اور اس کے بیٹے ابو محمد اور مسعود اس کے بھائی امیر یوسف اور اس کے وزیروں اور ندیموں کی تعریف کی ہے۔ ایک قصیدے میں جو ابو محمد کی مدح میں لکھا ہے، کہتا ہے۔

چہار چیز گزیں بود خسرواں را کار　　نشاط کردن چوگان و بزم و رزم و شکار

ملک محمد محمود آمد و بفزود　　بر آں چہار بتوفیق کردگار چہار

نگاہداشتن و برکشیدن حق　　بزرگ داشتن دین و راستی گفتار

فرخی کا جو دیوان آج پایا جاتا ہے اس میں نو ہزار سے کچھ زیادہ اشعار ہیں۔ اس میں قصائد کے سوا غزلیں قطعے، ترجیع بند اور رباعیاں بھی ہیں۔ فرخی کے ہمعصروں اور اس کے بعد کے شاعروں نے اس کی مدح کی ہے۔ شاعری کے سوا فرخی عروض اور تنقید شعر میں دستگاہ رکھتا تھا۔ چنانچہ رشید وطواط نے حدائق السحر میں لکھا ہے کہ فرخی نے ایک کتاب فنِ تنقید اور فنِ عروض میں بھی لکھی تھی جس کا نام "ترجمان البلاغۃ" رکھا تھا۔

فرخی کے اکثر قصائد سلطان محمود اور اس کے لڑکوں کی تعریف میں ہیں۔ وہ اکثر اشعار کو تغزل اور

مضامین عشقیہ سے شروع کرتا ہے، اس کا اصل میدان تغزل ہی ہے، اس کے اشعار میں بھی طبعی سادہ جذبات بلا کی روانی سے ادا ہوئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کے اشعار کو سہل ممتنع سمجھا گیا ہے۔ عنصری اور فرخی کے موازنہ سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عنصری کا کلام زیادہ سنگین اور اس کا دروبست زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ اور فرخی کے کلام میں سادگی اور روانی بے حد ہے۔ چونکہ وہ نغمہ وچنگ کا بھی ماہر تھا اور کثرا اپنا کلام چنگ پر گا کر سناتا تھا اس لئے اس کے کلام میں بھی نغمہ کی سی لطافت، مستی اور خوش آہنگی ملی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرخی کے نغموں کو اس کے الفاظ وتراکیب نے بجنسہ اپنے اندر محفوظ کر لیا ہے۔

فرخی نے اپنے ممدوح کی مدح میں اس کو بلند اوصاف اور پاکیزہ اخلاق بخشے ہیں۔ اس کا ممدوح سخن فہم، سخنور اور انسانیت نواز ہے۔ اس کا مذہب جود وسخا ہے۔ اس کی نظر میں سونا گھاس پھوس کے برابر ہے، اس کا دل دریا کی طرح وسیع اور بیکراں ہے، اس کے ہاتھ سمندر کی موتی رولنے والے ہیں۔ وہ دنیا کو اپنی تدبیر سے مسخر کرتا ہے۔ اس کے چہرہ سے زمانہ کی نیک بختی ہویدا ہے۔ وہ داد دیتا ہے اور دانشمندوں کو نوازتا ہے۔ اپنی بادشاہت کے باوجود بڑے بڑے بادشاہوں کو اس کی بندگی کی تمنا ہے۔ میدان جنگ میں جب اُس کی تلوار نکلتی ہے تو آفتاب اس کے ڈر سے اپنا راستہ بھول جاتا ہے اور برج حمل اور عقرب میں اسے تمیز نہیں رہتی۔ سب کے دلوں پر اُس کی دھاک بیٹھ جاتی ہے اس کے ستارے سعید اور اس کا بخت بلند ہے۔ وہ اپنے وعدے کو پورا کرتا ہے۔ وہ حق پرست ہے۔ دیندار اور سچ بولنے والا ہے۔

یہی مضامین اکثر فرخی کے قصیدوں میں آئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنے دلکش اور بلند اشعار میں نیک صفات حاصل کرنے کی کتنی تبلیغ کی ہے۔

عنصری کی طرح فرخی بھی اکثر سلطان محمود کے ساتھ ہندوستان کی لڑائیوں میں شرکت کرتا تھا۔ اسی لئے اس کے بعض قصائد میں بعض خاص تاریخی واقعات اور بعض مقامات اور بعض تاریخی افراد کے نام نظر آتے ہیں۔ فرخی کو واقعہ نویسی میں کافی مہارت تھی، اُس نے بھی اکثر جشن ہائے شاہی کے طور طریقوں کو اور سلطان کی محفل یا شکار کے ذکر کو اس طرح ہو بہو بیان کیا ہے کہ اس کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے

نیز فرخی نے غم اور خوشی کے جذبات کی عکاسی نہایت مہارت اور لطیف مضامین میں کی ہے۔ اسی طرح مناظرِ قدرت کے بیان میں نہایت اچھوتی تشبیہیں اور نہایت نادر رنگینی دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ خزاں کے بارے میں اُس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

"خزاں"

ہنگام خزان است وخزاں را بدر اندر
نو نو زینتِ زریں ہر جائے بہارے است
بنمودہ ہمہ رازِ دلِ خویش جہاں را
چوں سادہ دلاں ہر چہ بباغ اندرنارے است
بردستِ خالستہ نہد پائے بہر گام
ہرکس کہ تماشاگہ او زیر چنارے است
از لاغر و پژمردہ شد و گونہ تبہ کرد
غم را مگر اندر دل او راہ گذارے است
نرگس ملکے گشت ہمانا کہ مراو را
در باغ ز ہر شاخ دگر گونہ نثارے است
آں آمدنِ ابر گسستہ نگر امروز
گوئی ز کلنگان پراگندہ قطارے است

الغرض فرخی ایران کے قصیدہ گو شاعروں میں درجۂ اوّل کا شاعر ہے اس کا کلام پختہ، اس کی طبیعت رواں، اس کے قصیدے سادہ اور سلیس ہیں، اس کے کلام میں الجھاؤ، دقیق فلسفیانہ مضامین نہیں پائے جاتے اُس کے کلام میں حسنِ وزن، ترنم، ہم آہنگی اور بندش کی چستی خوب ہے۔ اُس نے اپنی غزلیات میں نادر رنگ آمیزی کی ہے اور فطرت کی مستی کو اپنے کلام میں سمو دیا ہے۔ اس کے اشعار ہر قسم کی تعقید اور بُرائی سے پاک ہیں۔

فرخی نے ۴۲۹ھ میں وفات پائی۔